ĪQĀN- Vol: 02, Issue: 03, Dec 2019
DOI: 10.36755/iqan.v2i03.105 PP: 39-54

OPEN ACCESS
ĪQĀN
pISSN: 2617-3336
eISSN: 2617-3700
www.iqan.com.pk

مذہبی منافرت کے معاصر رویے اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ان کا حل

Contemporary Trends of Religious Hatred and Solution in the light of Seerat Al-Nabi

***Hafiz Abdul Razzaq**
Assistant professor, Department of Islamic Studies,
Govt. postgraduate college, Samundri, Faisalabad, Pakistan.

****Muhammad Asif**
Lecturer, Department of Islamic Studies,
Govt. postgraduate college, Bahawalnagar, Pakistan

*****Dr. Hafiz Amjad Hussain**
Associate Professor, Department of Islamic Studies,
Govt. postgraduate college, Samundari, Faisalabad, Pakistan.

VERSION OF RECORD
Received: 17-Aug-19 **Accepted**: 12-Nov-19
Online/Print: 31-Dec-19

Abstract

Contemporary Trends of Religious Hatred and its Solution in the Light of Seerat Tayyibah. It is necessary to establish internal and external peace and to abolish disintegration for a healthy society. Without peace any society can become the center of sedition, disintegration, hatred and deterioration. Its inhabitants will lose their peace. The Holy Prophet (SAW) preaching was common to each age, area, color and creed and is paragon for each of them. The nation constantly takes benefits from this very Holy teaching. Religious and sectarian hatred occurs when the opposite opinion is not entertained, to ignore the others' emotions, to enforce ones opinion over others and to be harsh in sub issues. The present research paper will highlight the solutions of these issues and sub issues. The nation constantly takes benefits from this very Holy teaching. Religious and sectarian hatred occurs when the opposite opinion is not entertained, to ignore the others' emotions, to enforce ones opinion over others and to be harsh in sub issues. The present research paper will highlight the solutions of these issues.

Keywords: *Religious Hatred, Seerat, Disintegration, Sectarianism, Fundamentalism.*

To Cite this Article:

Razzaq, A., Asif, M., & Hussain, D. H. A. (2019). URDU: مذہبی منافرت کے معاصر رویے اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں ان کا حل. ĪQĀN, 2(03), 39-54.

CC BY

تعارف:

کسی بھی صحت مند معاشرے کے لئے داخلی وخارجی سطح پر امن وامان کا قائم ہونا از حد ضروری ہے۔ کیونکہ جس ملک یا شہر میں امن وسکون نہ ہو وہ لازمی طور پر فتنہ وفساد، منافرت اور بدامنی کا مرکز ہوگا، اور وہ معاشرہ ترقی کے بجائے تنزلی کا شکار ہوگا۔ وہاں کے باسیوں کا راحت وسکون تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے گا۔ امن وامان کو تباہ وبرباد کرنے والے جہاں بہت سے دیگر عوامل وعناصر ہیں وہاں ایک بڑا عنصر مذہبی ومسلکی منافرت، معاشرے میں کسی مخالف کے وجود اور اختلاف رائے کو برداشت نہ کرنا، دوسروں کے جذبات و احساسات کو نظر انداز کرنا، اپنی رائے کو دوسروں پر زبردستی مسلط کرنا اور فروعی اختلافات میں شدت اختیار کرنا بھی ہے۔ پیغمبر امن ﷺ کی سیرت طیبہ قیامت تک ہر زمانے، ہر علاقے اور ہر رنگ ونسل کی اقوام کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ ہر دور میں نسلِ انسانی اس سے فیضیاب ہوتی رہی ہے اور تا قیامت علم و عرفان اور معرفت کے اس گہرے سمندر میں غواصی سے علماء وفقہاء اپنی عقل وفہم ، دانش اور ہمت وطاقت کی بقدر اس سمندر سے نئے نئے علمی ہیرے وجوہرات حاصل کرتے رہیں گے۔ آج بھی نسلِ انسانی کے لئے اور خاص کر امن وامان اور مذہبی منافرت کے مختلف قسم کے مسائل کے گرداب میں پھنسی ہوئی امت مسلمہ کے لئے یہی راہ نمائی، فلاح ونجات کا سب سے بڑا چشمہ ہدایت ہے۔ سیرت طیبہ کے گہرے مطالعے سے نہ صرف تمام مسائل کا حل نکلتا ہے بلکہ مطالعہ سیرت انسان کو مزید ذہنی و قلبی انتشار سے بچا کر اس کے سامنے امن وسکون اور ترقی کے نئے نئے امکانات، اسالیب اور جہات بھی واضح کرتا ہے۔

منافرت کا مفہوم:

نفرینفر باب ضرب سے ہے، کسی سے نفرت کرنا اور اسے ناپسند کرنے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[1] جب کہ نافرَ ینافر، مُنافرةً، باب تفاعل سے اپنے آپ کو دوسرے سے حسب نسب میں بہتر خیال کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اب اس سے دو یا زیادہ افراد کی آپس میں ہر قسم کی نفرت مراد لی جاتی ہے۔ گویا منافرت کا معنی آپس میں ایک دوسرے سے نفرت کرنا، کسی کو برداشت نہ کرنا، اس کے حقوق کو پامال کرنا اور اس کے ساتھ ظلم وناانصافی کا رویہ بجالانا ہے۔[2]

منافرت کی مندرجہ ذیل اہم اقسام ہیں :

نسلی منافرت: جو نسل اور خاندان کی بناپر قاہم ہوتی ہے۔

لسانی منافرت: جو زبان کے عدم اتفاق کی وجہ سے ہو۔

---

[1] لوئس معلوف، **المنجد** (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۹۵ء)، مادہ ن ف ر

[2] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، ۱۴۱۴ھ)، ۵: ۲۲۶

علاقائی منافرت: کسی علاقہ کی بنیاد پر قائم نفرت کو علاقائی کہا جائے گا۔

قومی منافرت: رنگ، نسل، زبان اور علاقہ کی بنیاد پر متحد افراد کسی بھی ایسے گروہ سے نفرت کریں جو ان عناصر میں ان سے مختلف ہوں، قومی منافرت کہلاتی ہے۔

مذہبی منافرت: دین ومذہب اور مسلک کی بنیاد پر قائم نفرت مذہبی منافرت کہلاتی ہے۔

زیرِ نظر سطور میں مذہبی منافرت کے اسباب وعوامل اور طریقوں پر بحث کی جارہی ہے؛

مذہبی منافرت کے اسباب وعوامل:

پاکستانی معاشرے میں مسلمانوں کے آپس میں گروہی ومسلکی منافرت کو بغور دیکھا جائے تو اس کے مندرجہ ذیل اہم اسباب معلوم ہوتے ہیں:

توہین مذہب: مسلمان معاشرے خاص کر پاکستانی معاشرے میں فتنہ وفساد، بے سکونی وبدامنی لڑائی جھگڑا، باہمی عداوت ونفرت، عدم تحفظ وسلامتی پیدا کرنے والے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب دوسرے مذاہب وادیان کی مذہبی شخصیات، مقدس متون کی توہین اور اس کے پیروکاروں کے جذبات واحساسات کو ٹھیس پہنچانا اور ان کی اہانت کرنا ہے۔

عقائد کا اختلاف: مسلمانوں میں مذہبی منافرت اور گروہ بندی کا سب سے بڑا سبب عقائد کا اختلاف وافتراق ہے، اور بدقسمتی سے بہت سے عقائد ایسے ہیں جن کا عملی زندگی سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہی آخرت سے، لیکن ان عقائد نے مذہبی اختلاف وانتشار اور فتنہ وفساد پھیلانے میں بہت کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

فروعی اختلافات: پوری امت مسلمہ اور بالخصوص پاکستانی معاشرے میں منافرت کا دوسرا اہم سبب اجتہادی وفروعی مسائل میں اختلافات ہیں۔ ان مسائل میں اختلاف کا ہونا فطری ہے لیکن خود کو سوفیصد درست اور دوسروں کو گمراہ سمجھنا بلکل غلط روش ہے جس سے نفرت کی آگ بھڑکتی ہے۔ امت مسلمہ آج مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ فروعی اختلافات میں ہر طبقہ وگروہ اس قدر شدت اختیار کرتا ہے کہ اپنے مخالف کو بدترین کافر ومشرک، گستاخ ومرتد سے نیچے کوئی درجہ دینے کو تیار ہی نہیں ہوتا، ہمارے معاشرے میں آج اسی مذہبی منافرت وشدت پسندی اور عدمِ برداشت کی بنا پر قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے، اب تک ہزاروں لوگ فرقہ واریت کے اس ناسور کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔

جہالت: پاکستانی معاشرے میں مذہبی منافرت کا بہت بڑا سبب صحیح اسلامی تعلیمات سے جہالت ہے۔ محض کسی کے کہنے سے کسی مخالف کو کافر ومشرک سمجھ لینا اور اس سے سماجی ومذہبی ہر طرح کی قطع تعلّقی اور نفرت کرنا جہالت ہی کا نتیجہ ہے۔

تعصب وتنگ نظری: معاشرے میں فتنہ وفساد کی ایک بہت بڑی وجہ تنگ نظری ہے۔ تنگ نظری کا مطلب یہ ہے کہ رنگ، نسل، وطن اور عقیدہ ومسلک کے اختلاف کی بنیاد پر مخالف کو برداشت نہ کرنا اور اس کے لئے مسائل کھڑے کرنا ہے۔

اخلاقی اقدار کا فقدان: کسی بھی معاشرے میں پائی جانے والی نفرت وعداوت کا ایک اہم سبب اس معاشرے کے افراد کی اخلاقی پستی ہے۔ آپس میں حسد وبغض، کینہ اور لالچ وحرص جیسی برائیاں معاشرے کے افراد کو منافرت کی دلدل میں دھکیل دیتی ہیں۔

بے جافتوی بازی: پاکستانی معاشرے میں عدم برداشت اور مذہبی منافرت کو انتہا تک لے جانے والی چیز غلط اور بے جا فتوی بازی ہے بہت سے لوگ عمل کے لئے نہیں بلکہ اپنے مخالف کی تذلیل اور اسے گمراہ و فاسق ثابت کرنے کے لئے علماء سے فتوی لیتے ہیں اور بہت سے علماء اپنے مخالفین پر کفر و شرک اور گستاخ رسول تک کے فتاوی لگا دیتے ہیں۔ جس سے آپس میں نفرت اپنی انتہاء کو پہنچ جاتی ہے۔
دین میں غلو: دین میں غلو حد سے تجاوز کرنا ہے جس کا نتیجہ شدت پسندی انتہا پسندی اور مذہبی منافرت کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

اسلام میں امن کی اہمیت اور بدامنی کی مذمت:

اسلام نہ صرف اپنے نام میں سلامتی اور امن کا معنی رکھتا ہے بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کا بنیادی مقصد ہی دنیا سے ظلم و زیادتی، فتنہ و فساد کا خاتمہ کرکے امن و امان اور عدل و انصاف کا بول بالا کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کی دعاؤں میں سے سب سے پہلے امن کی دعا کا ذکر فرما کر اس کی غیر معمولی اہمیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

"وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا"[1]

"اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: کہ اے میرے رب اس شہر کو امن کا گہوارہ بنادے"

نیز اللہ تعالی کو فتنہ و فساد سخت ناپسند ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ"[2]

"اور اللہ تعالی فساد کو پسند نہیں فرماتا"

لوگوں کو اللہ تعالی نے حکم دیا:

"وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ"[3]

"کہ تم زمین میں فساد مت پھیلاؤ"

شہر میں بدامنی پھیلانا اور افعال قبیحہ سے معاشرے کے لوگوں کو فتنہ و فساد میں مبتلا کرنا اللہ تعالی کے نزدیک سخت ترین گناہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"[4]

"اور فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے"

---

[1] البقرۃ:۱۲۶

[2] البقرۃ:۲۰۴

[3] البقرۃ:۶۰

[4] البقرۃ:۱۹۱

گویا کہ لوگوں کو عقیدے، مذہب، اور سوچ وفکر کی آزادی نہ دینا اور ان پر جبراً اپنے مذہب وعقیدے اور سوچ وفکر کو مسلط کرنا فتنہ میں مبتلا کرنے کے مترادف ہے ایک بہت بڑا فتنہ بلکہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔

اسوہ رسول اکرم ﷺ سے مذہبی و مسلکی منافرت کا خاتمہ:

نبی کریم ﷺ آج کی بڑی طاقتوں، حکمرانوں اور سیاستدانوں کی طرح امن کے محض زبانی کلامی دعوے دار نہ تھے بلکہ آپ ﷺ کی پوری حیات طیبہ قبل از نبوت و بعد از نبوت مکی اور مدنی زندگی اور حکومتی زندگی امن وسلامتی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی۔ امن وسلامتی کے ارشادات و تعلیمات اور بدامنی کے تمام تر اسباب و محرکات کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے پوری زندگی قیام امن، صلح وآشتی کے لئے جو اقدامات اٹھائے ہیں ان تمام کا احاطہ تو مشکل ہے۔ یہاں چند ایک ان واقعات پر انحصار کیا گیا ہے جو آپ ﷺ نے لوگوں کے جذبات واحساسات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، عوام الناس کو ذہنی انتشار کی کلفت واذیت سے بچانے کے لئے سرانجام دیے تھے۔

امن عامہ اور آپ ﷺ کا اندازِ تبلیغ:

آپ ﷺ نے مکہ میں تبلیغ کا آغاز فرمایا تو بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت تھے آپ ﷺ نے بیت اللہ کو ان سے پاک کرنے کے بجائے حکمت وبصیرت سے تطہیر قلوب پر زور دیا کیوں کہ اس وقت تطہیر کعبہ من الاصنام پر ارتکاز سے دعوتی مشن متاثر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے انتشار ونفرت کے طریق کو ترک کر اعتدال پسندی کو ترجیح دی اور ''ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ''[1] کے قرآنی حکم کا عملی نمونہ امت کو دکھلایا۔ اسی حکمت وبصیرت کے حوالے سے اللہ تعالی نے مسلمانوں کو مشرکین کے جھوٹے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے بھی منع فرمادیا:

''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ''[2]

''اور جن کو یہ مشرک لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں ان کو برامت کہنا''

مشرکین بتوں کی پرستش کرتے تھے جن کا جھوٹا اور باطل ہونا مسلمانوں سے زیادہ کون جانتا تھا، لیکن اس کے باوجود معاشرے کی مجموعی فضا میں قیام امن اور نفرت کے خاتمے کے لئے ان معبودانِ باطلہ کو سب وشتم کا نشانہ بنانے سے مسلمانوں کو روکا گیا، کیوں کہ کسی معاشرے میں امن وسلامتی کے فروغ اور منافرت کے خاتمے کے لئے شریعت اسلامیہ کے اقدامات میں سے ایک انتہائی اہم اور مؤثر ترین قدم دوسرے مذاہب کی توہین وتذلیل کی ممانعت ہے۔ لڑائی، جھگڑا، بدامنی، باہمی عداوت ونفرت کا بہت بڑا سبب مذہبی تعصب یا دوسرے مذاہب وادیان کی تکذیب وتذلیل اور ان کے ماننے والوں کے احساسات وجذبات کو مجروح کرنا ہے، اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو ایسی تمام حرکات وافعال سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

---

[1] النحل: ۱۲۵

[2] الانعام: ۱۰۸

افرادِ معاشرہ کو ذہنی انتشار سے بچانے کے لئے آپ ﷺ کا طرز عمل:

قریش کی طرف سے خانہ کعبہ کی تعمیر کے دوران بیت اللہ کی بنیادوں سے انحراف پر حضور ﷺ خوش نہیں تھے۔آپ ﷺ نے اس خواہش کا برملا اظہار فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ بیت اللہ کی عمارت کو شہید کر کے دوبارہ ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کردوں۔ لیکن ایسا نہ کرنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ نئی نئی اسلام قبول کرنے والی قوم قریش یہ بات محسوس کرے گی کہ ان کا تعمیر کردہ بیت اللہ کو گرادیا گیا ۔[1] اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ کسی بھی کام کے عمومی اثرات کا لحاظ رکھنا اور عام لوگوں کے جذبات واحساسات کا احترام کرنا بھی جناب نبی کریم ﷺ نے ہمیں سکھلایا اور یہ سنتِ نبوی ہے۔

یہاں مسئلہ فروعی نوعیت کا تھا،اساسِ دین کا نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے اسے بہتر اور درست سمجھتے ہوئے بھی اپنی قوم کے جذبات واحساسات کو تعمیرِ کعبہ پر ترجیح دی، گویا کہ امت کو یہ نمونہ دکھلایا کہ امت کے اتحاد واتفاق کی خاطر فروعی اختلافات کو نظر انداز کرنا سنت نبوی اور اسوہ رسول ﷺ ہے۔

عصرِ حاضر میں اسوہ نبوی ﷺ کے اس پہلو کو سامنے رکھنے کی صورت میں ہم سماجی و معاشرتی فتنہ وفساد اور باہمی قتل و قتال کے بہت سے معاملات و مسائل سے مکمل طریقے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔آج کے حالات کے تناظر میں حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ کے ان پہلوؤں کو زیادہ سے وضاحت اور زور و شور کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے کیوں کہ جس دلدل میں ہمارا معاشرہ بری طرح پھنس چکا ہے اس سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے۔

منافقین کے ساتھ آپ ﷺ کا طرز عمل:

آپ ﷺ کی پوری زندگی امن و آشتی اور مذہبی رواداری سے بھری ہوئی ہے، آپ ﷺ کا پورا مکی دور صبر و تحمل ، برداشت سے عبارت ہے اور پھر ہجرت مدینہ کے بعد جہاں جہاد و قتال کی بھی نوبت آئی وہیں مدینہ طیبہ کے امن و سکون اور باہمی صلح کے لیے دوسری اقوام کے ساتھ بہت سے معاہدات بھی کیے ہیں جن کا آغاز میثاقِ مدینہ سے ہوا تھا، اس کے بعد یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہا اور وقتاً فوقتاً بہت سے قبائل سے آپ ﷺ نے معاہدات کیے، جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ امنِ عامہ کو ترجیح دی، معاشرے میں باہمی کشمکش، منافرت، فتنہ و فساد کو پھیلنے سے روکا اور عام لوگوں کے امن و سکون اور اطمینان کے ساتھ ساتھ ان کے جذبات واحساسات کا بھی بہت زیادہ لحاظ رکھا۔

آپ ﷺ نے سوسائٹی میں فتنہ و فساد کا ذریعہ بننے والی برائیوں کا ہمیشہ مقابلہ کیا اور ان امور کی سخت انداز میں مذمت فرمائی۔ ہمیں بین المسالک رواداری کے سلسلے میں آپ ﷺ کا منافقین کے ساتھ طرزِ عمل کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔

آپ ﷺ کو مدینہ منورہ میں منافقین کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں کا مسلسل سامنا رہا، شرارتیں کرنا، مختلف اقسام کے فتنے اور مصائب وآلام کے پہاڑ کھڑے کرنے میں انہوں نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ غزوہ احد کے موقع پر منافقین نے ایک ہزار میں سے تین

---

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (ریاض: دارالسلام، ۱۹۹۹ء)، حدیث: ۱۵۸۳

سو آدمی الگ کر دیے۔[1] یہ مسلمانوں سے صریح غداری تھی اور وفائے عہد سے واضح انحراف تھا۔ انہوں نے صرف اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ بعد میں مسلسل مسلمانوں کو جنگِ احد میں ہونے والے جانی نقصان پر طعنہ زنی کرتے رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر قذف و تہمت کے حوالے سے عبداللہ بن ابی اور دوسرے منافقین کا طرزِ عمل سب کے سامنے تھا۔ انہوں نے ایک ماہ تک مدینہ میں فتنہ برپا کیے رکھا۔ یہ خود نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر حملہ تھا۔ اور آپ ﷺ وحی آنے سے قبل اس واقعہ کی وجہ سے سخت پریشان رہے۔ صحابہ کرام بھی سخت ذہنی تکلیف میں مبتلا تھے۔[2] منافقین کا آپ ﷺ اور مسلمانوں سے بغض و عناد اس قدر شدید تھا کہ انہوں نے یہاں تک کہا کہ "لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ"[3] زیادہ عزت والا (اس) مدینہ سے سب سے ذلیل کو نکال دے گا۔[4]

غزوہ تبوک سے واپسی پر ایک جگہ چودہ منافقین گھات لگائے کھڑے تھے، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی غرض سے گھیر لیا تھا انہوں نے منہ لپیٹ رکھے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سب لوگوں کو پہچان بھی لیا جو کہ سارے کے سارے مدینہ کے رہائشی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے نام حضرت حذیفہ کے علاوہ کسی کو بھی نہیں بتائے اور انہیں بھی کسی اور کو بتانے سے منع فرمادیا۔[5]

ان منافقین کی فتنہ پروری اور شرانگیزیوں کے اس قسم کے بہت سے واقعات کتب سیرت میں جابجا نظر آتے ہیں اور قرآن حکیم نے ان کی شدید مذمت بیان کی ہے۔[6] لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے خلاف نہ اجتماعی سطح پر تلوار اٹھائی اور نہ ہی انفرادی سطح پر کسی کو قتل کرنے کی اجازت دی، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے خلاف قتل کی کوششیں کرنے والے لوگوں کے نام بھی آپ ﷺ نے خفیہ رکھے۔ یہ لوگ اپنی تمام تر سازشوں اور شرانگیزیوں کے باوجود مدینہ منورہ میں رہے، تمام سیاسی، معاشی اور سماجی معاملات میں آپ ﷺ نے ان کو اپنے ساتھ شریک رکھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مدینہ کا امن وسکون قائم رکھنے کے لیے ان کو برداشت کیا کہ لوگ لاعلمی میں غلط تاثر لیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔[7]

---

[1] الطبری، محمد بن جریر، **تاریخ الرسل والملوک**، (بیروت: دار التراث، ۱۳۸۷ھ)، ۳:۱۲۷

[2] ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، **فتح الباری**، (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۷۹ء)، ۸: ۳۵۴

[3] المنافقون: ۸

[4] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۱۹۸۷

[5] البیہقی، احمد بن الحسین بن علی، **السنن الکبریٰ**، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۳ء)، حدیث: ۱۶۸۳۹

[6] التحریم: ۹

[7] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۴۹۰۵

اس وجہ سے مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں عام نو مسلموں اور غیر مسلموں کے ذہن میں ایک غلط تاثر اور احساس پیدا ہوگا۔ جس کی وجہ سے دین کی تبلیغ پر برا اثر پڑے گا، اور مدینہ کا امن وامان اور سکون بھی خراب ہوگا۔

ہمارے لیے سبق آموز اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جن کو خود قرآن کریم کہہ رہا ہے کہ یہ مومن نہیں ہیں۔[1] آج ہم کسی کے غلط اقوال وافعال کی بنیاد پر اسے کافر قرار دیں تو یہ ہمارا اجتہاد ہوگا جو یقیناً خطا کا احتمال رکھتا ہے۔ لیکن یہاں تو خطا کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ان کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، کیوں کہ وہ کلمہ گو مسلمان تھے۔ جب ان کو قتل کرنے کی اجازت نہیں تھی تو آج جو ہم اپنے مخالفین کو مشرک اور گستاخ کہہ کر قتل کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، آئے روز شہروں کا امن وسکون تباہ وبرباد کرتے ہیں، اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟۔ ہمارے دور کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہم مخالف گروہ اور فرقے کے لوگوں کے معمولی معمولی اختلاف کو برداشت نہیں کرتے اور اکثر ان پر جھوٹ اور بہتان لگا کر فتاویٰ صادر کرتے ہیں جن کی وجہ سے بہت سے لوگ قتل کیے جا چکے ہیں۔ یہ انتہائی افسوس ناک پہلو ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

آپ ﷺ نے تو ان منافقین کو ان کی اس قدر شر انگیزیوں کے باوجود امنِ عامہ کے لیے برداشت کیا۔ اور ہم محض فروعی اختلاف کی بنا پر مخالف مسلک کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے ہمارے معاشرے کا امن وامان بالکل تباہ وبرباد ہو چکا اور ہم مسلکی اور فرقہ واریت کے جال میں بری طرح پھنس چکے ہیں۔ امن وامان کی اس موجودہ گھمبیر صورتِ حال میں ہمیں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے مکمل راہ نمائی لینے کی ضرورت ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا رویہ:

سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی غیر مسلموں سے حسن سلوک اور ان کے حقوق کی تاکیدات سے بھری ہوئی ہے لیکن یہاں صرف ایک دو باتوں کی طرف مختصراً اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ میثاقِ مدینہ میں حقوق انسانی کی جہاں بہت سی دیگر شقیں شامل تھیں وہاں یہود کو مدینہ میں مکمل مذہبی آزادی کی یہ شق بھی تھی، ''**لليهود دينهم وللمسلمين دينهم**''[2] یعنی یہود کے لئے ان کا دین ہوگا اور مسلمانوں کے لئے ان کا اپنا دین ہوگا۔

۲۔ وفد نجران سے مذاکرات کے دوران ان کی عبادت کا وقت ہو گیا تو آپ ﷺ نے انہیں کھلے دل سے مسجد نبوی میں ان کے طریقے کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ بعض صحابہ کرام نے انہیں روکنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''دعوهم'' کہ انہیں چھوڑ دو۔[3]

---

[1] البقرۃ:۸

[2] Hamidullah, Dr. Muhammad, *The First Written Constitution in the World*, (Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf ,1975), p:24

[3] ابن قیم، محمد بن ابو بکر، **زاد المعاد فی ہدی خیر العباد**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۱ھ)، ۳:۶۲۹

نیز آپ ﷺ نے یہاں پر درج ذیل تاریخی جملے ارشاد فرمائے:

"مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا"[1]

"جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا اگرچہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک جائے گی"

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب کسی غیر مسلم کا قتل اتنا قبیح عمل ہے تو کسی مسلمان کو محض چند فروعی اختلافات کی بنیاد پر گستاخ رسول، یا مشرک وکافر ثابت کرکے قتل کرنا یا کروانا شریعت اسلامیہ کی نظر میں کس قدر مذموم اور قبیح عمل ہے۔

کسی کو ڈرانے اور خوف زدہ کرنے کی ممانعت:

شریعت اسلامیہ میں کسی انسان کی جان ومال اور عزت وآبرو سے کھیلنا اور اسے کسی بھی طریقے سے حقیقی نقصان پہنچانا حرام وممنوع ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے تو ہر ایسے عمل سے بھی روکا ہے جس سے کسی انسان کے دل میں خوف اور ڈر پیدا ہو۔ آج اسے harassment سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لوگ علماء ومذہبی طبقہ کے قابل اصلاح عمل کے بارے لب کشائی سے ڈرتے ہیں کہ اس پر انہیں کسی فتوی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا يَحِلُّ لمسلم أن يُرَوِّعَ مُسْلِماً"[2] کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔ کیوں کہ اس طرح اس کے دل میں خوف وہراس پیدا ہوگا جو ناجائز اور ممنوع ہے۔ اور ہم مسلکی اختلاف کو بنیاد بنا کر لوگوں کی زندگی عذاب بنا دیتے ہیں یہاں تک کہ ان کا جینا حرام ہو جاتا ہے۔

منافرت کے خاتمے کے چند طریقے:

ذیل میں چند اہم نکات ذکر کیے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر آج ہم اس مذہبی منافرت اور عدم برداشت کا خاتمہ کرکے آپس میں اتحاد واتفاق اور معاشرے میں امن وسکون اور پیار ومحبت کی فضا قائم کر سکتے ہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ ہمیں اپنی زندگیوں میں اخلاص وللّٰہیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو کام بھی کریں محض اللہ کی رضا کے لئے کریں اور اپنے آپ کو نمود نمائش سے بچائیں اور ہر عمل میں خلوص نیت سے آپ ﷺ کے مبارک اسوہ حسنہ کو سامنے رکھیں۔ اس کے علاوہ دیگر امور درج ذیل ہیں:

اتحاد ووحدت کا رویہ اپنانا:

اتحاد اتفاق کی سب سے بڑی دشمن فرقہ پرستی ہے۔ جس سے اللہ نے ہمیں سختی سے بچنے کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالی ہے:

"وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا"[3]

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو"

---

[1] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۶۹۱۴

[2] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، **السنن**، (ریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء)، حدیث: ۵۰۰۴

[3] آل عمران: ۱۰۳

'حبل اللہ' کی تفسیر میں مفسرین نے تین اقوال ذکر فرمائے ہیں:

۱۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت کے مطابق اس سے مراد قرآن ہے۔

۲۔ حضرت ابن مسعودؓ اور قتادہؒ کی روایت کے مطابق اس سے مراد دین اسلام ہے۔

۳۔ جبکہ بعض حضرات کے نزدیک قرآن وسنت دونوں مراد ہیں۔[1]

ہمارے نزدیک اس سے مراد وہ نظام ہے جو انسانیت کی بھلائی کے لئے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ پر مکمل نازل فرمایا اور امت مسلمہ کو حکم دیا جارہا ہے کہ اس دین اسلام کی پیروی کرو، اپنی خواہشات پر چل کر امت میں اختلاف وانتشار سے بچو، اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اختلاف وانتشار کا سب سے بڑا سبب قرآن وسنت کو نظر انداز کرنا ہے۔

خیر وہمدردی کے رویے کا فروغ:

ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں یہاں سب انسانوں سے بغیر کسی مذہبی تفریق کے نیکی اور بھلائی کو عام کریں۔ اس سلسلے میں قرآن کریم فسادی کفار کے علاوہ ہر ایک سے نیکی کا واضح حکم دیتا ہے:

> ''لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ''[2]
>
> ''اور جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تعالی تمہیں منع نہیں کرتا، بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''الدینُ النَّصیحة''[3]
>
> ''دین تو خیر خواہی ہی ہے''

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''خير الناس من ينفع الناس''[4]
>
> ''لوگوں میں سے سب بہتر وہ ہے جو لوگوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہو''

---

[1] طوسی، محمد بن الحسن، **التبیان فی تفسیر القرآن**، (بیروت: دار احیاء التراث، س ن)، ۲: ۵۴۵

[2] الممتحنۃ: ۸

[3] مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۹۵

[4] ہندی، علی بن حسام الدین، **کنز العمال** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۱ء)، حدیث: ۴۴۱۵۴

چنانچہ خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ مجموعی طور پر صورت حال کو کنٹرول کرنے میں تیر بہ ہدف ثابت ہوتا ہے۔

مخالف سے عدل کا رویہ اپنانا:

آپس میں نفرت وعداوت کے خاتمے کے لئے معاشرے میں بلا تفریق انصاف کا بول بولا ہونا ضروری ہے،اسی کو قرآن نے تقوی و پرہیزگاری کہا ہے:

''وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى''[1]

''اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف چھوڑ دو،انصاف کرو یہی پرہیزگاری ہے''

اس سلسلے میں اللہ تعالی نے اپنے،والدین اور عزیزو اقارب کے نقصان کی پروانہ کرنے کا واضح حکم دیا ہے:

''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ''[2]

''اے ایمان والو انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لئے سچی گواہی دو،خواہ اس میں تمہارا،تمہارے ماں باپ اور رشتے داروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو''

مذہبی یا مسلکی بنیاد پر قائم ہونے والی نفرت اور کشمکش کا خاتمہ اور مخالف کے ساتھ عادلانہ رویہ اپنانا، نیز اس کی رائے کی ارجحیت کا امکان باقی رکھنا ہی اصل حل ہے۔

معاملات فہمی میں حسن ظن سے کام لینا:

باہمی منافرت کے خاتمے کے لئے ہمیں دوسروں کے قول وفعل میں اچھائی کا پہلو تلاش کرنا چاہیے،علماء نے تو یہاں تک کہا ہے کسی کے قول کے ننانوے مطلب کفریہ اور ایک درست ہے تو تم درست مطلب لے کر اس کے قول کی تاویل کرو اور اس پر کفر کا حکم مت لگاؤ۔لیکن آج ہم دوسرے کے قول کے ننانوے درست مفہوم چھوڑ کر اپنی طرف سے زبردستی غلط مطلب نکالتے ہیں جب کہ مخالف چیخ چیخ کر کہہ رہا ہوتا ہے کہ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔یہ رویہ بہت ہی قابل مذمت اور اسوہ حسنہ کے بالکل خلاف ہے۔

متعصبانہ رویے سے احتراز:

اتفاق واتحاد کے لئے ضروری ہے کہ ہر قسم کے تعصب کو بالائے طاق رکھ دیا جائے،خواہ وہ تعصب قومی ،لسانی،مذہبی ہو یا مسلکی، آپ ﷺ نے عصبیت کی شدید ترین الفاظ میں مذمت فرمائی ہے:

''ليسَ منَّا من دَعا إلى عصبيَّةٍ، وليس مِنا من قاتل على عَصبيَّةٍ وليس منا من مات على عصبيّة''[3]

''وہ ہم میں سے نہیں جس نے تعصب کی طرف دعوت دی،وہ ہم میں سے نہیں جس نے تعصب کی وجہ سے جنگ کی،وہ

---

[1] المائدۃ:۸

[2] النساء:۱۳۵

[3] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث،السنن،(ریاض: دارالسلام،۱۹۹۹ء)،حدیث:۵۱۲۱

ہم میں سے نہیں جو تعصب پہ مرا"

تعصب جیسے زہر کا خاتمہ صرف اسی صورت ہو سکتا ہے جب ہم اپنی رائے اور مذہب میں نرمی اور لچک پیدا کریں۔ بلکہ عام طور پر یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ حسد و بغض بھی پیدا ہو جاتا ہے جو منافرت کا بہت بڑا سبب ہے۔ اس کا علاج آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ اور تعلیمات نبوی ﷺ پر مکمل عمل درآمد کرنے میں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا''[1]

"آپس میں ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، اور نہ حسد کرو، نہ ہی ایک دوسرے سے منہ پھیرو اور اللہ کے بندوں آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ"

اس لیے علماء کو چاہیے کہ ایسی مجالس کا اہتمام کریں جن میں مسلکی و فروعی مسائل میں عصبیت کے خاتمہ اور آپس میں کینہ و حسد سے بچنے کی تلقین کی جائے۔

فریق مخالف کے قول و فعل کی تصدیق طلب کرنا:

موجودہ معاشرے میں یہ مرض ایک وبائی شکل اختیار کر چکا ہے کہ مخالف جماعت، گروہ یا فرد کے بارے میں جیسے ہی کوئی بات سنی تو اس پر شور اور ہنگامہ کھڑا کر دیا جاتا۔ نیوز چینل اسے نشر کرنا شروع کر دیتے ہیں اور سوشل میڈیا پر ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسی اثنا میں کئی جنونی اس فرد کو سخت جانی و مالی نقصان بھی پہنچا دیتے ہیں یہاں تک کہ بعض لوگ قتل بھی کر دیے جاتے ہیں۔ معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ خبر غلط تھی اور یہ محض ذاتی دشمنی اور رنجش تھی جسے بعد ازاں مذہبی لبادہ پہنایا گیا تھا۔ مثال کے طور پر درج ذیل خبر ملاحظہ کریں:

"گوجرانوالہ میں حافظِ قرآن کو جھوٹی خبر پھیلانے پر قتل کر دیا گیا"[2]

"محمد عظیم: فرقہ پرستی کا شکار ہونے والا کمسن بچہ"[3]

حالانکہ قرآن نے اس بارے ہمیں بہت واضح حکم دیا ہے کہ کسی بھی بات پر عملی اقدام سے پہلے اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے:

''يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ''[4]

"اے ایمان والوں اگر تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے آئے تو اس کی تصدیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بے خبری میں نقصان پہنچاؤ اور پھر تم اپنے کیے پر شرمندہ ہو"

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، حدیث: ۶۰۶۵

[2] روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ص: ۰۷

[3] https://asrehazir.com/msadiqqasmi-5/, (Accessed Dec 27, 2019 at 09:30 AM)

[4] الحجرات: 6

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''كَفى بالمَرْءِ إثْماً أن يُحَدِّثَ بكُلِ ما سَمِعَ'' [1]

''آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے''

اگر ہم آج اس حکم قرآنی اور سنت نبویہ پر عمل کرلیں تو بہت سی مذہبی لڑائیاں ویسے ہی ختم ہو جائیں کیوں کہ اکثر باتیں جو ہم مخالف فریق کے بارے میں کرتے ہیں وہ جھوٹی اور بے بنیاد ہوتی ہیں۔

اپنی رائے یا موقف کو تسلیم کروانے میں زبردستی سے پرہیز:

مسلمانوں کے فروعی اختلافات کی ایک علمی تاریخ ہے او اسلامی تعلیمات کے مطابق ہم اپنا نظریہ اور رائے زبردستی دوسروں پر مسلط نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو کفار کے ساتھ بھی ایسا رویہ اپنانے سے منع فرمایا ہے:

''لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ'' [2]

''آپ ان پر مسلط نہیں ہیں''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

''أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ'' [3]

''کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مومن بن جائیں؟''

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ اگر صحابہ کرام میں اختلاف نہ ہوتا تو مجھے خوشی نہ ہوتی کیوں کہ ہمارے لئے گنجائش نہ رہتی، اب اختلاف کی صورت میں ہمارے لیے وسعت پیدا ہوگی ہے، اسی کو حدیث میں رحمت کہا گیا ہے۔[4] درحقیقت مذہب، عقیدہ، تہذیب وتمدن یا تو لوگوں کو ورثے میں ملتے ہیں یا یہ انسان کی اپنی سوچ وفکر کا نتیجہ ہوگا اگر اس پر زبردستی کا مذہب یا نظریہ مسلط کیا جائے گا تو یہ اس کی فطری آزادی میں مداخلت ہوگی اور وہ اسے کبھی بھی دل سے تسلیم نہیں کرے اور جبر کے نتیجے میں تصادم ہوگا اور اس کا نتیجہ فتنہ وفساد، بدامنی اور خون ریزی کی شکل میں سامنے آئے گا۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے وہ لوگوں کی فطری آزادی کو کچلتا نہیں ہے، لیکن دوسری طرف اس حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے کہ سچ اور حق صرف اسلام ہے۔ اس لئے اس کی طرف حکمت وموعظت کے ساتھ بلانا بھی لازم قرار دیا ہے، لیکن کسی کو مجبور کرنا جائز نہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

[1] ابوداؤد، **السنن**، حدیث: ۴۹۹۲

[2] الغاشیۃ: ۲۲

[3] یونس: ۹۹

[4] العلائی، خلیل بن کیکلدی، **اجمال الاصابۃ فی اقوال الصحابۃ** (کویت، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، ۱۴۰۷ھ)، ص: ۸۰

"لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّين"[1]

دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔

ہماری مسلکی لڑائی کی ایک بڑی وجہ فروعی مسائل میں اپنے مؤقف کو حرفِ آخر سمجھنا ہے۔ سیرت طیبہ میں ہمیں بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلاف میں آپ ﷺ نے دونوں کی تصویب فرمائی۔ اس ضمن میں درج ذیل واقعات سامنے رکھا جائے:

ا۔ بنو قریظہ کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز عصر بنو قریظہ کے محلے میں پڑھنے کا حکم دیا لیکن وقت ختم ہونے کی وجہ سے بعض نے راستے میں ادا کی، جب کہ بعض نے ان کے محلے میں پہنچ کر قضا نماز پڑھی، جب پورا واقعہ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے کسی پر بھی نکیر نہیں فرمائی۔[2]

۲۔ اسی طرح دو صحابہ کرام نے سفر میں پانی کی عدم دستیابی کی بنا تیمّم کیا نماز پڑھی، مزید سفر کیا تو نماز کے وقت میں ہی انہیں پانی مل گیا تو ایک نے نماز دوبارہ وضو سے لوٹائی جب کہ دوسرے نے اسی پر ہی اکتفا کیا، تو آپ ﷺ نے جس نے دوبارہ نہیں پڑھی اسے فرمایا ''أصبت السنة'' آپ نے سنت کو پالیا ہے اور جس نے لوٹائی اسے فرمایا ''لک الأجر مرتين'' کہ تیرے لئے دوہرا اجر ہے۔[3]

ائمہ عظام میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً خلیفہ ہارون الرشید نے جب امام مالک سے درخوست کی کہ مؤطا میں موجود آپ کی فقہی آراء کو کیوں نہ سرکاری طور پر پوری سلطنت میں نافذ کر دوں تو امام مالک نے منع فرمایا اور کہا مختلف علاقوں میں مختلف فقہاء پہنچ چکے ہیں اس لئے یہ لوگوں میری آراء مسلط کرنا درست نہیں ہے۔[4]

امام مالک کے اس انکار کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے اجتہادی مسائل میں میری فقہی آراء ظنی ہیں قطعی نہیں اور دوسرے فقہاء کی آراء بھی ظنی ہیں تو اپنی ظنی آراء کو دوسروں کے لئے لازمی قرار دینا قطعی کا درجہ ہے اور ظنی کو قطعی کے درجے پر فائز کرنا بذات خود ناجائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء آراء کے اختلاف کے باوجود دلی طور پر ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔

مذہبی شخصیات واکابرین کا احترام:

مسلکی لڑائی اور منافرت کی سب سے بڑی وجہ مخالف گروہ کے علماء واکابرین کی توہین وتضحیک ہے۔ اللہ تعالی نے مشرکین کے معبودانِ باطلہ کو بھی برا بھلا کہنے سے ہمیں منع کیا ہے، [5] یہاں صرف مسلکی فرق ملحوظ ہوتا ہے جس کی وجہ سے معاملہ اہانت بلکہ کفر واسلتک جا پہنچتی ہے۔

---

[1] البقرۃ: ۲۵۶

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۴۱۱۹

[3] ابو داود، **السنن**، حدیث: ۳۳۸

[4] دہلوی، شاہ ولی اللہ، عبد الرحیم، **الانصاف فی بیان سبب الاختلاف**، (لاہور: بیئۃ الاوقاف، ۱۹۷۱ء)، ص: ۴۱

[5] وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ؛ الانعام: ۱۰۸

تواضع اختیار کرنا:

معاشرے کے تمام مسلماں اپنے اندر تواضع، عاجزی وانکساری پیدا کرلیں تو بہت حد تک منافرت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اتفاق واتحاد کی جڑ تواضع ہے، اگر ہر شخص کا یہ حال ہو جائے کہ وہ اپنے مقابلے میں دوسرے کو بہتر سمجھنے لگے تو نااتفاقی کی نوبت ہی نہ آئے۔ بنیادی طور پر نااتفاقی اسی سبب سے پیدا ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنے کو دوسرے سے بہتر تصور کرتا ہے اور اپنی ذات اور بات کو ہر حال میں مقدم رکھنا چاہتا ہے۔

علماء کا آپس میں رویہ:

علماء کو چاہیے کہ عوام میں مخالف کو برداشت کرنے کا شعور اجاگر کریں اور عوام کو یہ بات سمجھائیں کہ فروعی اور اجتہادی اختلافات سے کسی کے ایمان اور امانت وتقوی میں کوئی فرق نہیں پڑتا لہٰذا اختلاف کے باوجود دوسروں کا عزت واحترام لازمی کریں۔ جبکہ علماء کو خود بھی بے جا اور غلط فتوی بازی اور اشتعال انگیزی سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

غلو سے اجتناب:

شریعت اسلامیہ نے غلو فی الدین کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ''[1]

''تم دین میں غلو سے بچو، کیوں کہ پچھلی امتیں دین میں غلو کی وجہ ہلاک ہوئیں''

موجودہ معاشرے کی یہ بہت بڑی خرابی ہے کہ دین کے وہ کام جو مستحبات کی قبیل سے ہیں ان کے ترک کرنے کی بنا پر بھی دوسروں کو سخت گناہ گار سمجھ کر ان سے نفرت کی جاتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑا ظلم یہ ہے کہ وہ کام جن کا دین میں کوئی ثبوت ہی نہیں ان کے نہ کرنے والوں سے مخالف فریق کی نفرت انتہاء کو چھو رہی ہوتی ہے، یہ سب غلو فی الدین ہے، جو شرعی طور پر بالکل ناجائز ہے۔

خلاصہ بحث:

حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالی کے آفاقی ودائمی نبی، پیغمبر امن اور رحمۃ للعالمین ہیں، آپ ﷺ نے پوری دنیا کو اپنی سیرت طیبہ سے امن وامان، ذہنی سکون وراحت، قلبی تسکین واطمینان، تمام انسانوں کی جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کا پیغام دیا۔

امت مسلمہ کو دور حاضر کے تمام چیلنجوں کو سمجھنا چاہیے اور اپنی صفوں میں اتحاد ویگانگت کو پیدا کرنا چاہیے، تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ پیار ومحبت اور اخوت سے پیش آنا چاہیے

اپنی نجی اور اجتماعی زندگی میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی مکمل پیروی کرنی چاہیے، کیوں کہ آپ ﷺ کا مشن ہی زمین سے فتنہ وفساد، نفرت وعداوت، بغض وحسد کو مٹانا اور امن وامان کو قائم کرنا، دلوں میں پیار ومحبت پیدا کرنا تھا، اس لئے دنیا میں امن ومان، صلح

[1] ابن ماجہ، محمد بن یزید، **السنن**، (ریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء)، حدیث: ۳۰۲۹

وآتشی، عدل وانصاف، مساوات ورواداری، اخوت و محبت اور بھائی چارے کی بہار صرف اور صرف سیرت طیبہ پر مکمل عمل کرنے سے ہی آسکتی ہے۔

@ 2019 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)